تحریر: لوئی ماسین یوں

فارسی سے ترجمہ: ڈاکٹر صابر آفاقی

حسین بن منصور حلاّج اور مسیح علیہ السلام

صوفیائے کرام کی خدمات کے معترف اور خود اس راہ کے شناساؤں میں سے ابو عبدالرحمٰن السلمی (م ۱۰۲۱ء)، شیخ علی بن عثمان ہجویری (م مابین ۱۰۷۲-۱۰۷۷ء)، شیخ فرید الدین عطار (م ۱۲۳۰ء) اور مولانا عبدالرحمن جامی (م ۱۴۹۲ء) نے حسین بن منصور حلاّج (۸-۸۵۷ء تا ۹۲۲ء) کے ذکر میں لکھا ہے کہ اُن کے بارے میں مشائخ کے درمیان اختلاف ہے۔[1] بعض اہل علم و عرفان نے حلاّج کو رد کر دیا ہے۔ بعض اُن کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں اور کچھ توقف کرتے ہیں، تاہم عہدِ حاضر میں بالفاظ پروفیسر یوسف سلیم چشتی[2]

> حلاّج کی پُر اسرار شخصیت بہت دلکش بن گئی ہے اور آج ہر شخص اُس کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے اور اُس کے بارے میں کلمۂ خیر ہی کہتا ہے۔

اس صورتِ حال کے پیدا کرنے میں جہاں متاخر متصوفین کی تحریروں کو دخل حاصل ہے۔ وہیں مغربی مستشرقین کی تحقیقات نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان مستشرقین میں فرانس کے لوئی ماسین یوں (۱۸۸۳ء - ۱۹۶۲ء) سب سے نمایاں ہیں۔ اُنھوں نے اپنی زندگی کے کم و بیش ۵۵ برس ابن منصور حلاّج کی زندگی اور افکار کے مطالعے میں صرف کیے تھے۔[3] ڈاکٹر یوسف حسین خان ۱۹۲۶ء سے ۱۹۲۹ء تک تقریباً ساڑھے تین برس پیرس یونیورسٹی (سوربون) میں بسلسلۂ تعلیم مقیم رہے جہاں پروفیسر لوئی ماسین یوں پڑھاتے تھے۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان کو اُن سے استفادہ اور تبادلہ خیال کے متعدد مواقع حاصل ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب عہدِ طالب علمی کی یادیں تازہ کرتے ہوئے ماسین یوں اور اُن کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔[4]

> میں اُن کے لیکچروں کے علاوہ اکثر اُن کے مکان پر بھی جاتا تھا۔ پروفیسر ماسین یوں بھی کبھی سہ پہر کی چائے پر بلاتے تھے۔ اپنے مضمون کے علاوہ اور دوسرے مسائل پر گفتگو رہتی تھی، خاص کر نفسِ مذہب کے متعلق موسیو ماسین یوں پکّے کیتھولک تھے لیکن اسلام اور مسلمانوں کے مدّاح تھے۔ میں نے بعض لوگوں سے یہ کہتے سنا کہ وہ دل سے مسلمان ہیں، ظاہر میں کیتھولک ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ رائے غلط تھی۔ یہ رائے

غالباً اِس لیے قائم ہوئی کہ وہ اسلام کی قدر اور مسلمانوں سے ہمدردی کرتے تھے۔ وہ طبعاً مذہبی شخص تھے اور مسیحیت اور اسلام کو ایک دوسرے سے بہت قریب سمجھتے تھے۔ میں نے خود اُنہیں کئی مرتبہ یہ کہتے سنا کہ مسیحیت اور اسلام ایک دوسرے کے اتنے قریب ہیں کہ ان میں غلط فہمیاں نہیں رہنی چاہییں۔

برصغیر کے جدید تعلیم یافتہ اہلِ دانش فرانسیسی اور انگریزی کے ذریعے ماسینیوں کی تحریروں سے آگاہ ہیں مگر اُن کی بہت کم تحریریں اُردو میں منتقل ہو سکی ہیں۔ اُن کا ایک مقالہ فارسی کے توسط سے اُردو میں "قوسِ زندگی حسین ابن منصور حلاج" کے نام سے منتقل ہوا۔ [اردو مترجم ڈاکٹر صابر آفاقی، لاہور: المعارف (۱۹۷۴ء)] حسین بن منصور حلاج سے اقبالیات اور تصوّف سے دلچسپی رکھنے والے مسلم اہلِ قلم کی دلچسپی اپنی جگہ، مگر مسیحی اہلِ علم کے ہاں حسین بن منصور سے دلچسپی کا ایک سبب اُن کا یہ نقطۂ نظر ہے کہ حلاج بباطن مسیحیت کا پیروکار تھا۔ مسیحی دُنیا میں حلاج کے افکار پر مسیحیت کے اثرات تلاش کیے گئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ [۵] "لوئی ماسینیوں نے پوپ سے یہ درخواست کی تھی کہ کلیسیا کے شہداء کی فہرست میں حلاج کا بھی اضافہ کر لیا جائے۔" اِسے شاید محض حلاج سے دلچسپی قرار دینا درست نہیں بلکہ اِس کی تہہ میں یہ خیال کارفرما ہے کہ حلاج مسیحیت کا پیروکار تھا۔

آئندہ صفحات میں "قوسِ زندگی حسین بن منصور حلاج" سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جو لوئی ماسینیوں کی سوچ کا عکاس ہے۔ مدیر]

حواشی

۱۔ ابو عبدالرحمٰن السلمی، طبقات الصوفیہ، ترتیب و تقدیم جے ۔ پیڈرسن، لائیڈن (۱۹۶۰ء)، ص ۳۰۸-۳۱۳، علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب بہ تصحیح و تقدیم علی قویم، اسلام آباد: مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان (۱۹۷۸ء)، ص ۱۳۶-۱۳۹، فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء، بہ تحقیق رینالڈ اے۔ نکلسن، لندن (۱۹۵۹ء)، ص ۹۱-۹۹، عبدالرحمٰن جامی، نفحات الانس، بہ تصحیح و تقدیم مہدی توحید پور، تہران: (۱۳۸۶ھ)، ص ۱۵۵-۱۵۶

۲۔ یوسف سلیم چشتی، تاریخ تصوّف، لاہور: علماء اکیڈیمی (۱۹۷۶ء)، ص ۲۵۴

۳۔ لوئی ماسینیوں اور اُن کی خدمات کے لیے دیکھیے محمد اکرام چغتائی، حلاج (حیات، تصانیف و ماخذ)، سویرا (لاہور)، مئی ۱۹۷۶ء، ص ۱۰۵ - ۱۵۲، جناب چغتائی نے اپنی مرتبہ کتابیات کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔ "وقائع زندگی، فہرست تالیفات، لوئی ماسینیوں کے حلاج پر تنقیدی و تحقیقی کام کی تفصیل اور اِس کے علاوہ دیگر اربابِ علم و تحقیق کے مطالعاتِ حلاج کے ۱۹۷۵ء تک مکمل حوالے"، مگر

اس "کتابیات" میں اُردو زبان کی نمائندگی ایک کتاب اور آٹھ مقالات تک محدود ہے۔ ان میں سے چار اندراجات اقبال (م ۱۹۳۸ء) کے حوالے سے مطالعۂ حلاّج کے تحت آتے ہیں۔ براہ راست حلاّج پر اُردو میں بہت کم لکھا گیا ہے، اور اس میں مولانا ظفر احمد عثمانی کی تحریروں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ اعلم مولانا ظفر احمد عثمانی کی ان تحریروں کا ذکر جناب چغتائی کے ہاں کیوں رہ گیا ہے۔

ریاست علی ندوی — کیا [ابن] منصور حلاّج کو پھانسی دی گئی تھی؟ ماہنامہ "معارف" (اعظم گڑھ)، ستمبر ۱۹۴۳ء، ص ۲۲۸

[اس شذرے پر بعد ازاں مولانا ظفر احمد عثمانی نے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا، اس لیے اس کا مطالعہ پس منظر جاننے کے لیے ضروری ہے۔]

ظفر احمد [عثمانی] تھانوی — القول المنصور فی ابن منصور

اشاعت جدید بہ عنوان "سیرت منصور حلاّج"، بہ ترتیب حسین احمد نجیب، کراچی: مکتبہ دارالعلوم (۱۹۷۷ء)، ۲۷۸ ص

ابن منصور کو پھانسی نہیں، سولی دی گئی ہے۔ ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ)، فروری ۱۹۴۴ء، ص ۱۴۱-۱۴۷

۴۔ یوسف حسین خان، یادوں کی دُنیا، اعظم گڑھ: معارف پریس (۱۹۶۷ء)، ص ۲۲۰

۵۔ رشید احمد جالندھری، ابتدائیہ "عشق حلاّج"، ماہنامہ فکر و نظر (اسلام آباد)، جولائی ۱۹۷۷ء، ص ۱۱]

راقم کا ایک مسلمان دوست تھا جو اپنی موت کے آخری لحظہ تک مجھ سے مہر و محبت کا سلوک کرتا رہا۔ ایک دن ایک عیسائی لڑکی جو مجھ سے آشنا تھی، میرے پاس آئی اور ازراہ گلہ کہنے لگی۔ "تمہارے فلاں محمدی کیش دوست نے طنز و کنایہ میں مجھ سے کہا ہے۔ تم عیسائی لوگ جبل الجلجلہ پر ناز کرتے ہو۔ حالانکہ وہ توفقط افسانہ ہے لیکن ہمارے حلاّج نے اس افسانہ کو حقیقت بنا دیا۔

جی ہاں۔ مسلمان تو جبل الجلجلہ کو افسانہ سمجھتے ہیں، نیک اندیش عیسائی بھی یہ کہتے ہیں کہ جو آدمی اپنی صلیب کا عاشق نہ ہو، جبل الجلجلہ اس کے لیے افسانہ ہی تو ہے۔ یعنی جب تک آدمی حرکت نہ کرے، اُسے مسیح کی برکت و شفاعت کا امیدوار نہ ہونا چاہیے۔ صوفی مشرب مسلمان کہتے ہیں، حلاّج کی موت اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کو دکھ اٹھانا اور مصائب برداشت کرنا چاہییں تاکہ وہ نجات پا سکے۔ سعادت دار کے اوپر اور برکت حرکت میں ہے۔

منصور حلاّج کی زندگی، محاکمہ اور شہادت، حضرت مسیح کی شہادت سے بڑی مشابہت رکھتی ہے۔ کیا خود حلاّج کو بھی اس مشابہت کا علم تھا؟ گویا حلاّج رجعتِ مسیح کے لیے چشم براہ تھا۔ وہ آپ کو مہدی اور حاکم مانتا تھا۔ حلاّج کا یہ انتظار ان کی رفتار اور کردار سے نمایاں ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے مکہ میں نذر

مانی اور سجدہ ریزی کی نیّت کی تھی۔ ان کی کرامات کے سلسلے میں نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے تستر کے مجوسیوں کے آتشکدہ میں آگ کو مسیح کا نام لے کر بجھا دیا تھا۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ شہر بیت المقدس کے "کنیسۂ قیامت" میں اُنہوں نے مسیح کا نام لے کر آگ روشن کردی تھی۔ یہ واقعہ سبت النور کے دوران شنبۂ پاک کے دن پیش آیا۔ جب عیسائی مسیح کے ماتم میں آگ کو بجھا دیا کرتے تھے۔ کچھ بھی ہو مسیح کی ظاہری شباہتوں میں سے، ایک بھی حلاّج کے باطنی وجدو حال اور جذب و کیف کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حلاّج کو خوب احساس تھا کہ آغازِ محبت و عشق بازی سے ہی معشوق کی کشش دوجانبہ ہوتی ہے۔ دلدار و دلدادہ سودائے عشق میں ہمیشہ سرگرمِ دادو دہش ہیں۔ ایک طرف خدا کا یہ حق ہے کہ بندے اُس کی عبادت کریں اور دوسری طرف بندوں کا حق خدا پر ہے جسے خدا شفاعت قبول کر کے ادا کرتا ہے۔ وہ حق جو روزِ الست اور وقتِ میثاق میں فرشتوں نے انسان کو دیا، وہ حق ناسوت ہے۔

حلاّج نے اس مطلب کو الہام آمیز الفاظ میں اِس طرح بیان کیا اور خدا کو سوگند دی۔ فبحقِ ناسوتیتی علیٰ لاھوتیتک یعنی تیری لاہوتیت پر میرے ناسوتی حق کی قسم - ایسی ہی باتوں کی وجہ سے حکم شرعی نے حلاّج کو سزا دی تھی۔ منصور اپنی آخری دُعا میں اس رات کو جس کی صبح کو اُنہیں مُثلہ کیا گیا، اس حقِ ناسوتی کی بات کرتے رہے۔ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ از روئے وحدۃ الشہود منزل پر پہنچ گئے۔